



E-Content

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India

Subject / Course - B.A 3rd Year Islamic Studies

Paper : IV / Muslim Firqe, Ilm e Kalam aur Falsafa (Block 2)

Module Name/Title : Islami Falsafa Unit 10



DEVELOPMENT TEAM

CONTENT	DDE
PRESENTATION	Dr Sanaullah Nadi, Dr Fahim Akhtar
PRODUCER	Mr. Md Mujahid Ali



Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India



- اکائی - 10 فلسفہ اسلام

اکائی کے اجزاء

مقصد	10.1
تمہید	10.2
فلسفہ	10.3
فلسفہ کی اصل	10.4
فلسفہ کی تعریف	10.5
فلسفہ اسلام	10.6
فلسفہ کے بعض مسائل	10.7
حدادت اور قدیم	10.7.1
ثابت اور متغیر	10.7.2
علت اور معلول	10.7.3
وجوب، امکان اور انتہاء	10.7.4
اسلامی فلسفے کا آغاز و ارتقاء	10.8
اسلامی فلسفے کی تاریخ	10.9
مشائی فلسفہ	10.9.1
اشرافی فلسفہ	10.9.2
خلاصہ	10.10
نمونے کے انتہائی سوالات	10.11
فرہنگ الفاظ	10.12
مطالعہ کے لیے معاون کتابیں	10.13

اس اکائی کا مقصد طلبہ کو فلسفہ، اس کے مفہوم اور آغاز و ارتقاء سے واقف کرنا ہے۔ اس ضمن میں مختصر افلسفے کی عمومی تعریف و تاریخ کو بھی بیان کیا جائے گا، تاکہ طلبہ کے ذہنوں میں اسلامی فلسفے کا منظروں پس منظروں موجود ہیں، اور وہ یہ جان سکیں کہ مسلمانوں کے اندر فلسفہ کی اشاعت کیوں اور کیسے ہوئی؟ اور وہ کون سے اسباب و حالات تھے جن میں اسلامی فلسفہ وجود میں آیا۔

تمہید

10.2

اسلامی تاریخ میں عباسی خلافت کا زمانہ وہ زڑیں دور ہے جس میں مسلمان قباد دنیا کے علوم و فنون سے نہ صرف یہ کہ واقف اور آشنا ہوئے، بلکہ انہوں نے ان علوم و فنون کو حاصل کر کے اور انہیں عربی زبان میں منتقل کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر مسلمانوں نے اپنے عہد عروج میں مختلف علوم و فنون میں قابل ذکر اضافے بھی کیے، اور انہیں نئی بلندیوں سے ہم کنار کیا۔ مسلمانوں کا بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے علوم و فنون پر مخصوص اقوام و افراد کی اچارہ داری کی روایت کو ختم کیا، اور ایک ایسے طریقے کی بنیاد رکھی جس پر چل کر کوئی بھی شخص علوم و فنون کے مختلف شعبوں میں نہ صرف مہارت حاصل کر سکتا تھا بلکہ ان میں استناد کا درج بھی حاصل کر سکتا تھا۔ مسلمانوں نے عباسی دور میں جب یونان و فارس اور مصر و ہندوستان کے علوم حاصل کیے تو اسی زمانے میں انہیں فلسفے سے بھی شناسائی حاصل ہوئی۔ البتہ انہوں نے خدا بے زار اور انکار آختر پر بنی فلسفے کے بجائے فلسفے کی اس روایت کو آگے بڑھایا جو اسلام سے زیادہ قریب تھی، اور جس کے مبلغین کو علمائے اہمیں کے نام سے جانا جاتا ہے، اور یہ سقراط، افلاطون اور ارسطو جیسے نامور یونانی فلسفی تھے۔

فلسفہ

10.3

اس مادی دنیا میں قدم رکھنے کے بعد انسان جب عقل و شعور کی منزل میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ذہن و دماغ میں خود اپنے وجود سے متعلق، اپنے آس پاس رہنے والوں سے متعلق اور پھر اس کائنات اور اس کی اشیاء سے متعلق جس کا کہ وہ ایک ادنیٰ ساحصہ ہے، مختلف طرح کے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ انسان اپنی فطرت کے تقاضے کے تحت اس طرح کے سوالات کے حل ڈھونڈنے کی کوشش بھی اپنے عقل و شعور کی روشنی میں کرتا ہے۔ ان سوالات میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جنہیں وہ سائنس کی مدد سے حل کر لیتا ہے، جب کہ کچھ سوالات ایسے ہوتے ہیں جن کا حل پیش کرنے سے سائنس عاجز رہتی ہے۔ انسان کے ذہن میں پیدا ہونے والے جن مسائل کو حل کرنے سے سائنس قاصر رہتی ہے، فلسفے میں اس طرح کے مسائل کو بھی حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تاریخ میں ارسطو شاید وہ پہلا شخص ہے جس نے اس طرح کے مسائل کو باضابطہ ایک شکل دینے کی کوشش کی۔ البتہ مسائل کی اس شکل کوئی مخصوص نام دینے میں وہ بھی ناکام رہا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس کے بعد اس کے افکار و خیالات کو ایک انسائیکلو پیڈیا کی شکل میں جمع کیا گیا تو ان مسائل کے لیے کوئی عنوان مقرر نہیں کیا گیا۔ لیکن چونکہ اس طرح کے مسائل کو نہ کوہہ انسائیکلو پیڈیا میں طبیعت (فرکس) کے بعد جگہ ملی تھی، اس لیے انہیں جو نام ملا وہ ما بعد الطبیعت (میٹا فرکس) تھا۔ اور آگے چل کر ان مسائل کو اسی نام سے شہرت ملی۔ کہا جاتا ہے کہ اس علم کو فلسفے کا نام فیٹا غورث نے دیا، اسی طرح یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ

فیلسوف کا لفظ اصطلاح کے طور پر سب سے پہلے ستر اط کے لیے استعمال ہوا۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ فلسفہ اور فیلسوف کی اصطلاح بعد میں رانج ہوئی کیونکہ اس طور نے بھی اس لفظ کی کمیں استعمال نہیں کیا ہے۔

فلسفہ کی اصل

10.4

لفظ فلسفہ کی اصل یونانی زبان میں ہے۔ یونانی زبان اور یونان کی علمی تاریخ کے ماہرین کا کہنا ہے:

عربی زبان میں فلسفے کا لفظ یونانی زبان کے لفظ 'فیلوسوفیا' کا مصدر جعلی ہے۔ 'فیلوسوفیا' کا لفظ یونانی زبان کے دلفظوں 'فیلؤ اور سوفیا' سے مرکب ہے۔ فیلو کا معنی محبت اور دوستی اور 'سوفیا' کا معنی علم و حکمت ہے۔ لہذا فیلوسوفیا کے معنی محبت علم و حکمت ہوئے اور اسی نسبت سے فیلسوف اس شخص کو کہا جاتا ہے جو علم و حکمت کا دوست اور شیدائی ہو۔ کہا جاتا ہے کہ افلاطون نے اپنے استاد سقراط کو 'فیلوسوف'، یعنی دوست دار علم و حکمت کے نام سے یاد کیا ہے۔ انگریزی زبان کی مشہور و مستند کششی آکسفورڈ میں بھی اس کے بھی معنی درج ہیں، معنی فلسفہ حکمت یا اشیاء اور ان کے اسباب کے علم کی محبت مطالعہ یا جستجو کا نام ہے۔ خواہ یہ علم و حکمت نظریاتی ہو یا عملی۔

سقراط سے پہلے ارباب علم و دانش کا ایک گروہ تھا جو اپنے آپ کو سو فلطائی (Sophist) یعنی دانشور کہتا تھا۔ یہ گروہ انسان کے ادراک کو حقیقت و واقعیت کا معیار سمجھتا تھا اور اپنے استدلال میں مغالطہ سے کام لیتا تھا۔ رفتہ رفتہ سو فیسٹ کا لفظ اپنا اصل مفہوم کو بیٹھا اور مغالطہ کرنے والے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ سقراط تکبر سے بچنے، اپنی تواضع اور اکساری اور شاید سو فیسٹ دانشوروں سے خود کو الگ رکھنے کے لیے خود اپنے لیے سو فیسٹ (دانشور) کے لفظ کا استعمال پسند نہیں کرتا تھا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے لیے فیلوسوف یعنی علم دوست کے لفظ کو پسند کیا، جو آئندہ چل کر سو فیسٹ کے مقابلے میں دانشور کے مفہوم میں بولا جانے لگا، اور اسی طرح فلسفہ کا لفظ بھی علم و دانش کے لیے بولا جانے لگا۔

فلسفہ کی تعریف

10.5

یونانی مفکر افلاطون کے حوالے سے فلسفہ کی درج ذیل تعریفیں بیان کی جاتی ہیں:

”فلسفی وہ ہوتا ہے جو اس آدی کے بر عکس جو ظواہر اور حصی معلومات پر انہصار کرتا ہے، اشیاء کی حقیقت اور کہنے کو

سمجھتا ہے۔“ مطلب یہ کہ فلسفہ اشیاء کی حقیقت اور کہنے کو سمجھنے کی الہیت کا نام ہے۔

”فلسفہ وہ لوگ ہیں جو اذلی و ابدی اور عدمی التغیر کو سمجھنے کی الہیت رکھتے ہیں۔“

”اشیاء کی فطری ماہیت کے لازمی اور ابدی علم کا نام فلسفہ ہے۔“

ایک دوسرے یونانی مفکر اس طور کے خیال میں:

”فلسفہ علم ہے جس کا کام یہ دریافت کرنا ہے کہ وجود کی اصل ماہیت یا وجود بذات خود اپنی فطرت میں کیا ہے۔ اور یہ کہ وجود کے اغراض و خواص اس کی اپنی قدر کے لحاظ سے کیا ہیں۔“ مختصر الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ فلسفہ اصول اولیہ کا علم ہے۔

ایم ڈبلیو کا مکینز کے نزدیک:

”فلسفہ عقل و استدلال کے ذریعے کسی نئے کی آخری و انتہائی حقیقت کو دریافت کرنے کی کوشش کا نام ہے“ اور فلسفہ اپنی موزوں تین شکل میں تمام موجودات کی انتہائی ماہیت کو دریافت کرنے کی کوشش کا نام ہے۔
محقریہ کہ فلسفہ وہ علم ہے جس میں عقل و استدلال کے ذریعے کسی چیز کی انتہائی حقیقت کو دریافت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

فلسفہ کے موضوعات

جیسا کہ اوپر بذکور فلسفہ کی مختلف تعبیرات سے اندازہ ہوتا ہے، فلسفہ موجودات کے حقائق کو تصحیح کا نام ہے۔ موجودات کی طرح کے ہوتے ہیں۔ جیسے مادی اشیاء اور غیر مادی ذاتی وجود اور خارجی وجود۔ فلاسفہ نے ان تمام چیزوں کو حسب ذیل طریقہ سے تقسیم کیا ہے۔

فلسفہ جن چیزوں سے بحث کرتا ہے وہ دو طرح کی ہیں۔ (1) نظری (2) عملی۔

عملی کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اصول جن پر کسی فرد یا معاشرہ کی اصلاح ممکن ہو۔ اس کی تین قسمیں ہو سکتی ہیں:

یا تو اس کا تعلق فرد کی اصلاح سے ہو گا تو وہ تہذیب الاخلاق ہے۔

یا اس کا تعلق خاندان کی اصلاح سے ہو گا تو وہ تدبیر منزل ہے۔

یا اس کا تعلق ملک کی اصلاح سے ہو گا تو وہ سیاست دنیہ ہے۔

نظری فلسفہ میں موجودات مادیہ سے بحث ہو گی تو طبیعت کھلا تا ہے۔

اور اگر ایسے موجودات سے بحث ہو جو اپنے خارجی وجود میں مادے کی محتاج نہ ہوں تو وہ ریاضی کھلا تا ہے۔

اور اگر ایسے موجودات سے بحث ہو جو اپنے خارجی اور ذاتی کسی وجود میں بھی مادے کی محتاج نہ ہوں تو وہ الہیات کھلا تا ہے۔

مسلم فلاسفہ نے بھی فلسفہ کی ان تمام قسموں میں گفتگو کی ہے، لیکن عام طور پر عملی فلسفہ کی اقسام کے سلسلے میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کے سلسلے میں اسلام کی تعلیمات کافی ہیں۔ طبیعت اور ریاضیات سائنس کے موضوعات بن گئے۔ اس لیے اب فلسفہ میں بالعموم الہیات کے مسائل سے بحث کی جاتی ہے۔

معلومات کی جانچ

1 لفظ فلسفہ کی اصل کیا ہے؟

2 فلسفہ کی تعریف بیان کریں۔

فلسفہ اسلام کی اصطلاح کا اطلاق اس اسلامی فکر پر ہوتا ہے جو شروع میں مسلمانوں کے اندر یونانی فلسفے کے زیر اثر پروان چڑھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دیگر فکری و فلسفیانہ رجحانات کے اثرات بھی قبول کیے۔ مسلمانوں میں جن لوگوں نے اس فکر کو فروغ دیا، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اپنے سید ہے سادے مذہبی عقائد کو فکر کی اس بلندی پر لا کر عام لوگوں کے سامنے پیش کریں جو اس وقت کا علمی تقاضا تھا۔

مسلمانوں نے فلسفہ کا لفظ جیسا کہ معلوم ہے یونانی زبان سے لیا، اور عربی البادہ پہنچا کر اس پر مشرقی رنگ چڑھا دیا۔ عام طور پر مسلمانوں کے اندر فلسفے کی اصطلاح تمام عقلی علوم کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ فلسفہ مسلمانوں کی عام اصطلاح میں کسی خاص فن یا مخصوص علم کا نام نہیں ہے۔ بلکہ لغت، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، عروض، تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ جیسے نقی علوم کے مقابلے میں تمام عقلی علوم کو فلسفہ کہتے تھے، اور چونکہ یہ لفظ ایک وسیع معنی رکھتا تھا لہذا فلسفہ یا فلسفی اسے کہتے تھے جو اس زمانے کے تمام عقلی علوم کا ماہر ہوتا تھا، اس میں الہیات و ریاضیات، طبیعتیات، سیاسیات اور اخلاقیات اور منزلیات جیسے سبھی علوم شامل تھے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ ”جو شخص فلسفی ہو جاتا ہے وہ اس عینی اور خارجی دنیا کی طرح خود بھی ایک علمی دنیا بن جاتا ہے۔“

10.7 فلسفہ کے بعض مسائل

فلسفہ کی تمهید و تعریف کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک نظر بعض ان مسائل پر ڈال لی جائے جن پر کہ اسلامی فلسفے میں بحث و گفتگو کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ فلسفے کے تمام مسائل کا محور وجود (موجود) ہے۔ یعنی جو حیثیت علم طب میں بدن کو حاصل ہے یا علم ریاضی میں عدد کو حاصل ہے، فلسفے میں وہی مقام وجود یا موجود کے موجود ہونے کو حاصل ہے۔ اور اس علم کی تمام فلسفیانہ بحثیں اسی محور کے گرد گھومتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلسفہ کا موضوع ”وجود و ہستی“ ہے۔

10.7-1 حادث اور قدیم

حاوٹ اور قدیم کے مسئلہ کو فلسفیانہ مسائل میں شاید سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اور یہ مسئلہ ہر دور اور ہر زمانے میں فلسفیوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ عرف والغت میں حادث کا معنی نیا اور قدیم کا معنی پرانا ہے۔ لیکن جب یہ الفاظ فلسفے کی اصطلاح میں استعمال ہوتے ہیں تو ان کے معنی راجح مفہوم سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ یعنی فلسفی جب کسی چیز کو حادث کہتا ہے تو اس سے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ جو چیز اب وجود میں آئی ہے وہ اس سے پہلے نہ تھی۔ اسی طرح جس چیز کو وہ قدیم کہتا ہے تو اس سے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ چیز ہمیشہ سے تھی، کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جس میں وہ وجود کے لباس سے محروم رہی ہے۔

10.7-2 ثابت اور متغیر

حاوٹ و قدیم کی طرح ثابت اور متغیر کا مسئلہ بھی فلسفے میں اہم ہے اور اسی مسئلے سے قربت رکھتا ہے۔ ثابت یعنی کیسانی اور تغیر یعنی

تبديلی۔ ہم ہر آن اور ہر لمحہ دنیا میں تبدیلیوں کو مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ کیا یہ تبدیلیاں صرف ظاہری ہیں یعنی حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، یا پھر یہ تبدیلیاں حقیقی اور بنیادی قسم کی ہیں اور دنیا میں کوئی بھی چیز ثابت و استوار نہیں ہے۔

10.7-3 علت اور معلول

علت اور معلول کا مسئلہ فلسفے کا قدیم ترین مسئلہ ہے اور دنیا کی تمام فلسفیانہ روایتوں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ علیت (یعنی علت کا پایا جانا) ان دو چیزوں کے درمیان ایک قسم کے رابطے کو کہتے ہیں جنہیں علت و معلول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ رابطہ بہت گہرا ہے۔ علت و معلول کے درمیان رابطہ یہ ہے کہ علت معلول کو وجود عطا کرتی ہے۔ معلول علت سے جو چیز استعمال کرتا ہے وہ اس کا اپنا وجہ ہے۔ لہذا اگر علت نہ ہوتی تو معلول بھی وجود میں نہ آتا۔ مختصر ایک کہا جاسکتا ہے کہ معلول اپنے وجود کے لیے جس چیز کا محتاج ہوتا ہے اسے علت کہتے ہیں۔

10.7-4 وجوب، امکان اور امتناع

وجوب، امکان اور امتناع کی بحث بھی فلسفے کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ کسی بھی چیز سے نسبت اور رابطہ کی تین کیفیتیں ہوتی ہیں۔ (1) یا تو وہ نسبت اور رابطہ جتنی اور ضروری ہوگا، اس کو وجوب کہتے ہیں۔ (2) یا اس کے عکس ہو گائیں وہ نسبت اور رابطہ ہوئی نہیں سکتا، اس کو امتناع کہتے ہیں۔ (3) یا یہ نسبت اور رابطہ ایسا ہو گا جسے قول بھی کیا جاسکتا ہے اور روز بھی کیا جاسکتا ہے، اس کو امکان کہتے ہیں۔ فلسفیوں کے نزدیک دنیا کی چیزوں میں پیاجانے والا کوئی رابطہ (نسبت) ان تین کیفیتوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔

10.8 اسلامی فلسفے کا آغاز و ارتقاء

مسلمانوں میں فلسفے کا آغاز یونانی علوم اور فلسفیانہ افکار و خیالات کے زیر اثر ہوا۔ اور یونانی علوم و فلسفیانہ افکار کے مسلمانوں تک منتقلی کی ایک تاریخ ہے جو سکندر اعظم سے شروع ہوتی ہے؛ جس کی فتوحات اور سیاسی مصلحتوں کے نتیجے میں یونانی علوم و افکار کو مشرقی دنیا میں پہنچنے اور ترقی کرنے کا موقع ملا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں نے جب عرب اور آس پاس کے علاقوں کو فتح کیا تو انہیں مفتوحہ علاقوں میں یونانی علوم و فنون سے واسطہ پڑا۔ عراق، مصر، شام، فلسطین اور ایران کے علاقوں کو جس وقت مسلمانوں نے فتح کیا ہے اس زمانے میں ان علاقوں میں یونانی علوم و فنون کے تین بڑے مرکز موجود تھے، اور انہی مرکز میں مسلمانوں کو سب سے پہلے یونانی علوم و فنون سے آشنا ہونے کا موقع ملا۔

کہا جاتا ہے کہ جب سکندر نے مشرقی ممالک کو فتح کیا تو اس نے ان علاقوں میں یونانی علوم و فنون کی اشاعت اور خود ان علاقوں کے علوم کے حصول کے لیے مختلف مقامات پر مختلف علمی مرکز قائم کیے۔ وہ جن علاقوں میں گیا وہاں یونانی علوم کے ماہرین کو بھی ساتھ لے گیا۔ ان علمی مرکز میں مصر میں اسکندریہ، عراق میں حران اور ایران میں جندیسا بور کے شہروں کو لازوال شہرت اس لیے حاصل ہوئی کہ مغرب کا علمی سرمایہ اپنی علمی مرکز کے توسط سے مسلمانوں کو منتقل ہوا۔



مصر میں اسکندر یہ کا شہر یونانی علوم و فنون کا بڑا مرکز تھا۔ 642ء میں مسلمانوں نے جب مصر کو فتح کیا تو یہیں پرانیں سب سے پہلے یونانی علوم و افکار سے سابقہ پڑا۔ اسکندر یہ مصر میں یونانیوں کا دارالسلطنت تھا۔ یہاں پر یونانی فلسفے میں روحانیت کی آمیزش ہوئی اور فلسفے کے علاوہ علم و ادب کی دوسری شاخوں کو بھی یہاں پر فروغ حاصل ہوا، اور اسکندر یہ ایک مخصوص فلسفیانہ اسکول کا مرکز بن گیا۔ اس کی شہرت میں اس کتب خانے کا بھی اہم روپ تھا جس کو جلا دینے کا غلط الزام عیسائی مصنفوں ایک زمانے تک مسلمانوں پر لگاتے رہے۔

اسکندر یہ کے اسکول نے طب، کیمیا اور علوم طبیعیہ میں زیادہ شہرت حاصل کی البتہ ان میں سحر و طسمات اور علم نجوم کی آمیزش بھی پائی جاتی تھی۔ اور اس اسکول کے ماننے والے قصوف اور رہبانیت کی طرف زیادہ مائل تھے۔ گو مسلمانوں کا سب سے پہلے واسطہ اسکندر یہ اسکول سے پڑا اور یونانی علوم کے اولین ترجمے بھی اموی دور میں اسی اسکول کے توسط سے ہوئے۔ لیکن بنو امیہ کے بعد شام کی مرکزیت کے ختم ہو جانے کے سبب اور دارالخلافہ عراق میں منتقل ہو جانے کی وجہ سے اس کے اثرات محدود ہو گئے۔

مشرق میں یونانی علوم و فنون کا دوسرا بڑا مرکز جندیسا پور کا شہر تھا جس کی بنیاد ایرانی حکمران سا بوراول نے رکھی تھی اور اس میں رومن قیدیوں کو آباد کیا تھا۔ اور شاید اسی وجہ سے یہ یونانی علوم و فنون کا بڑا مرکز بنا۔ یہیں پرنو شیر والے طب کا مشہور مدرسہ بھی قائم کیا تھا جس میں یونانی علوم و فنون کے ساتھ ہندی علوم بھی پڑھائے جاتے تھے۔ یہ شہر طب کے علاوہ یونانی علوم و فنون کا بھی بڑا مرکز تھا اور مسلمانوں کے زمانے میں عباسی خلفاء کے عہد تک اس کی یہ علمی حیثیت برقرار تھا۔ چنانچہ عباسی خلیفہ منصور جب بخارہ والوں نے اپنے علاج کے لیے یہیں سے ایک عیسائی طبیب جور جیں بن مختیشوں کو بغداد طلب کیا تھا۔ مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں یونانی علوم و فنون کے جن مرکز سے سب سے زیادہ استفادہ کیا، ان میں جندیسا پور انتہائی اہم ہے، خاص طور پر جس کتب کے ترجمے میں یہاں کے علماء کی کاوشیں لاائق ستائیں ہیں۔

مشرق میں یونانی علوم و فنون کا ایک اور بڑا مرکز شہلی عراق میں حران کا قدیم شہر تھا۔ سکندر نے اپنی حکومت کے دوران مقدونیہ (یونان کا دارالحکومت) کے بہت سے باشندوں کو یہاں آباد کیا تھا۔ یہاں کے زیادہ تر لوگ بت پرست تھے۔ یہ شہر بھی یونانی علوم و فنون کا بہت بڑا مرکز تھا اور یہاں پر خاص طور پر ریاضیات اور فلکیات کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا جس کی ایک وجہ شاید یہی رہی ہو کہ حرانی ستارہ پرست تھے۔ مسلمانوں کے اندر یونانی علوم و فنون کی اشاعت میں اس شہر کا روپ بھی انتہائی اہم رہا ہے۔

اسلامی دور تک یونانی علوم و فنون کے یہ تیوں مرکز قائم تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر ان کی اشاعت ان ہی تین مرکز کے ذریعہ ہوئی۔ ان میں سب سے پہلے مسلمان اسکندر یہ مرکز سے آشنا ہوئے، جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں حضرت عرب و بن العاص نے مصر کو فتح کیا۔ البتہ اس کا علمی اثر خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کے زمانے میں ظاہر ہوا جب اموی شہزادے خالد بن یزید نے اسکندر یہ مرکز سے استفادہ کرتے ہوئے کیمیا کی کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کروایا اور خود بھی بہت سے یونانی علوم حاصل کیے۔ البتہ اسکندر یہ مرکز کا اٹھ صرف بنو امیہ کے زمانے تک رہا۔ عباسی دور میں یہ آگے نہ بڑھ سکا۔

عباسی حکومت کے دوران مسلمانوں میں فلسفہ و حکمت اور دیگر علوم کی اشاعت کا سہرا جندیسا پور اور حران کے شہروں کے سر بندھتا ہے۔ خاص طور پر مسلمانوں نے ان دو مرکز کے اساتذہ فن سے طب، نجوم، ہندسہ وغیرہ علوم حاصل کیے اور انہیں علوم کے توسط سے یونانی فلسفیانہ افکار کو بھی ان کے اندر فروغ حاصل ہوا۔ ان مرکز سے تعلق رکھنے والے زیادہ تر ماہرین فن عیسائی یا صابی نہب سے تعلق رکھتے

تھے، لیکن چونکہ مسلمانوں میں عقلی علوم کی ابتدائی اشاعت ان کے ذریعے ہی ہوئی اس لیے مسلمانوں کی فلسفیانہ تاریخ کا یہ لوگ اور مقامات جزو لا نیف ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں نے علوم میں حوالے سے کبھی بھی تعصبات سے کام نہیں لیا۔

ایک طرف علمی مرکز سے تعلق رکھنے والے ماہرین علم و فن تھے جن سے مسلمان فائدہ اٹھا رہے تھے تو دوسری طرف مختلف زبانوں خاص طور پر یونانی زبان میں علوم و فنون کا وہ سرمایہ تھا جن کی عربی زبان میں منتقلی کے لیے مسلم حکمرانوں خاص طور پر عباسی خلفاء نے اپنے خزانوں کے دروازے کھول دیے تھے۔ انہوں نے نہ صرف میسر کتابوں کے عربی میں ترجمے کروائے بلکہ دور راز کے علاقوں میں اپنے لوگوں کو بھیج کر اول کتابیں حاصل کیں، اور پھر ماہر مترجمین کی خدمات حاصل کر کے ان کے ترجمے کروائے۔ تیسرا طرف خود مسلمانوں کے اندر اسلامی تعلیمات کی وجہ سے علمی دل چھپی پائی جاتی تھی اور جس کے نتیجے میں وہ دنیا کے مختلف علوم و فنون حاصل کر لینا چاہتے تھے۔ اس طرح یہ تین اسباب تھے جن کے تحت مسلمانوں کے اندر عقلی علوم کو فروغ حاصل ہوا۔ اور یونانیوں نے فسفے کو جس مقام پر چھوڑا تھا مسلمانوں نے اسے وہیں سے اٹھا کر اونچ کمال تک پہنچا دیا۔

10.9 اسلامی فلسفے کی تاریخ

اسلامی فلسفے کی تاریخ کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ یونانی فلسفے کی تاریخ بھی کسی قدر معلوم ہو۔ یونان میں عقلی علوم یا فلسفے کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ اور اس دوران یونان میں بڑے بڑے فلسفی پیدا ہوئے اور یونانی فلسفے کی مختلف شاخیں وجود میں آئیں۔ عہد عباسی میں ترجموں کے توسط سے مسلمانوں تک جو یونانی فلسفہ پہنچا اور جس کے زیر اثر اسلامی فلسفے کی روایت پروان چڑھی، وہ اصلاً افلاطون اور ارسطو کا فلسفہ تھا۔ اور اسے مشائی فلسفے کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس فلسفیانہ اسکول کے بانی افلاطون اور ارسطو گوم گوم کر لوگوں کو فلسفے کی تعلیم دیتے تھے۔ چونکہ عربی زبان میں مشی کے معنی چلنے اور ٹھلنے کے ہیں۔ اس لیے ان کی طرف منسوب یہ فلسفیانہ اسکول مشائی کہلاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے فلسفے کی بنیاد انہیں دونوں پر قائم ہے۔ البتہ آگے بڑھنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نظریات کے اعتبار سے یونانی فلسفیوں کی تقسیم کو جان لیا جائے۔

یونانی فلسفیوں کو تین خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

- (1) یونانی فلسفیوں کا ایک گروہ دہریوں کا تھا جو خدا کے وجود کا بالکل ہی انکار کرتا تھا۔ وہ عالم کو قدر یہی اور غیر حادث مانتا تھا۔ یونان کے قدیم فلسفیوں کا بھی عقیدہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ غالیس ملتی نامی یونانی فلسفی کو جب دنیا میں اختلافات نظر آئے تو اس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ خدا کی ذات جو اوصاف حسنہ سے متصف ہواں طرح کی متناقض اور متباین چیزیں پیدا نہیں کر سکتی، اس لیے سرے سے کسی خدا کا وجود ہی نہیں ہے۔ بہت سے فلسفیوں نے بھی اس کے نظریے کو قبول کر لیا، لیکن مسلمان فلاسفہ اسے اس لیے قول نہیں کر سکتے تھے کہ یہ ان کے نہ ہب کے بالکل خلاف تھا، لہذا اس گروہ کے فلسفیانہ خیالات مسلمان میں نہ پھیل سکے۔

- (2) یونانی فلسفیوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جسے حکماء طبعیین کے نام سے جانا جاتا ہے، جس نے طبیعت کے افعال و تاثیرات اور نباتات و حیوانات کے اعضاء کی ترکیب اور اس ترکیب سے پیدا شدہ قوتوں سے بحث کی، اور اس ترکیب میں اس کو جو حکمتیں نظر آئیں ان کی بنا

پر اس گروہ نے یہ نظریہ قائم کیا کہ ان چیزوں کا پیدا کرنے والا ایک فاعل مختار قادر و حکیم ہے۔ اس نے تمام موجودات کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ لیکن جب اس کو نظر آیا کہ تمام موجودات جن عناصر سے پیدا ہوئے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ ایک خاص حالت تک پہنچ کر فنا ہو جاتے ہیں تو اس نے بعینہ یہی رائے انسان کے بارے میں بھی قائم کی کہ جب تک اس کو طبعی قوتوں سے مدد ملتی رہتی ہے وہ زندہ رہتا ہے، پھر فنا ہو جاتا ہے، اس کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہوتا۔ اس لیے فلاسفوں کا یہ گروہ حشر و نشکر کا نکر تھا اور اسی بنیاد پر اس کا شمار بھی دہری فلاسفوں میں کیا جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ زندہ ہی حیثیت سے یہ نظر یہ بھی مسلمانوں کے لیے قبل قبول نہیں ہو سکتا تھا لہذا اسے بھی مسلمانوں کے اندر فروغ نہ مل سکا۔

(3) یونانی فلاسفوں میں تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو حکماءِ الہمین کے نام سے شہرت رکھتے اور جس میں تمام متأخرین حکماء (فلسفہ) یونان شامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یونانی فلاسفوں کے اس گروہ کی ابتداء سقراط تھے ہوئی۔ اس کے بعد اس کے شاگرد افلاطون نے اس کو ترقی دی اور افلاطون کے شاگرد ارسطو نے اس کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ ارسطو نے اس گروہ کے اصول و قواعد کو منظہ کیا، اس کے ساتھ ہی اس نے دہری اور طبعی فلاسفوں کے عقائد و نظریات کی تردید بھی کی، اور ایک مدت تک وہ ان گمراہ گروہوں سے بحث و مناظرہ بھی کرتا رہا۔ ارسطو سے پہلے سقراط اور افلاطون نے بھی ان گمراہ فلاسفوں سے بحث و مناظرہ کیا تھا البتہ ان دونوں نے ان کے عقائد و نظریات کی تردید میں جو دلیلیں دی تھیں اور جو اصول و قواعد بنائے تھے وہ ارسطو کو کمزور معلوم ہوئے۔ اس لیے اس نے سقراط و افلاطون کی دلیلیں اور اصول و قواعد کو نظر انداز کر دیا اور خود ان کے جواب میں قوی اور مضبوط دلیلیں فراہم کیں۔ اس طرح اس نے اپنے بعد والوں کے لیے مذکورہ گمراہ گروہوں سے بحث و مناظرہ کرنے کا راستہ صاف کر دیا۔ لیکن چونکہ اس کی دلیلیں کی بنیاد کسی آسمانی کتاب پر نہ تھیں اس لیے اس کے مباحث میں بھی کافرانہ عقائد باقی رہ گئے تھے۔ اس کے باوجود یونانی فلاسفوں کا یہی گروہ تھا جس کے فلاسفیانہ افکار مسلمانوں کے ذہبی رجحان سے قریب تھے، لہذا فطری طور پر مسلمانوں کے اندر ان ہی کے فلسفے کو فروغ حاصل ہوا اور ان میں بھی خاص طور پر ارسطو کے فلسفے کو۔

مسلم دنیا میں یونانی منطق و فلسفہ کی تعلیم کا سلسلہ ارسطو اور اس کے شاگردوں کی کتابوں سے شروع ہوا۔ ابتداء میں یونانی فلسفے کی تعلیم صرف عیسائی دیتے تھے، لیکن بعد میں خود مسلمانوں میں فلسفہ کے بڑے بڑے ماہرین پیدا ہوئے۔ اور ان میں سب سے نمایاں نام فارابی کا ہے، جس نے ارسطو کی کتابوں کے تمام تر جموں کی تہذیب و ترتیب اور تاخیص کر کے ان کو ایک مستقل کتاب کی شکل میں جمع کر دیا، اور اس کتاب کا نام اس نے ”تعلیم ثانی“ رکھا۔ اسی کتاب کی مناسبت سے فارابی معلم ثانی (معلم اول ارسطو کو کہتے ہیں) کے لقب سے مشہور ہوا۔ فارابی کے بعد مسلم فلاسفوں میں دوسرا بڑا اور اہم نام ابن سینا کا ہے جس نے فارابی کی کتاب ”تعلیم ثانی“ کی تاخیص کر کے ایک مستقل کتاب تبارکی اور اس کا نام ”الشفا“ رکھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ارسطو کے فلسفے کا سب سے بڑا شارح تھا اور مسلمانوں میں فلسفے کی اشاعت اسی کی تصنیفات کے ذریعے ہوئی۔ اس طرح یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں میں فلسفے کی اشاعت تین ذریعوں سے ہوئی: اول یونانی کتابوں کے ترجموں کے ذریعے، دوم عیسائی معلمین کی درس و تدریس کے ذریعے، اور سوم خود مسلمان ماہرین فن کی تالیف و تصنیف کے ذریعے۔

مشرق کے علاوہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مغرب (اپین) میں آباد تھی۔ وہاں بھی فلسفے کو اشاعت اور فروغ حاصل ہوا اور خاص طور پر اپین کے کئی حکمرانوں نے فلسفے میں نہ صرف یہ کہ دل چھپی لی بلکہ وہ خود بھی اس سے کافی واقفیت رکھتے تھے۔ اپین میں فلسفے کی اشاعت جن مسلم فلسفیوں کے ذریعے ہوئی ان میں ابن بجه، ابن طفیل اور ابن رشد کے نام سب سے نمایاں ہیں۔

گوسلم دنیا میں سب سے زیادہ اشاعت و فروغ ارسطو کے فلسفے کو حاصل ہوا، لیکن مسلمان یونان کے دیگر فلسفیوں کے افکار و خیالات سے یکسرے گانہ رہے ہوں ایسا بھی نہیں تھا بلکہ مسلمانوں نے اپنے حلقوں میں ان کی اشاعت بھی کی۔ خاص طور پر بند قلیس (یونانی فلسفی) کے فلسفے کو باطیوں میں فروغ حاصل ہوا۔ اسی طرح یونان کے قدیم فلسفیوں کے افکار و آراء کی آمیزش سے مسلمانوں کے اندر ایک نئے فلسفیانہ مرکز کی بنیاد پڑی، جو ارسطو کے فلسفیوں سے الگ تھا اور جسے فلسفہ اشراق یا اشراقی فلسفے کا نام دیا گیا۔ اس فلسفے کی طرف مسلمانوں نے اس وقت توجہ دی جب اسلامی تصوف نے فلسفیانہ قابل اختیار کیا۔ کیونکہ اس میں روحانیت و سماجیت بھی شامل تھی۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ قدیم یونانی فلسفیوں کے علاوہ ایریان اور ہندوستان کے فلسفیوں کے بھی بہت سے فلسفیانہ افکار جو ابھی تک پرائیندہ حالت میں تھے، ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اشراقی فلسفیانہ مرکز کے بانی شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی مقتول تھے، اور اس فلسفے پر مبنی انہوں نے ایک کتاب "حکمت الاشراق" کے نام سے لکھی۔ ذیل میں مشائی اور اشراقی فلسفیانہ مرکز کا مختصر تعارف دیا جاتا ہے، کیونکہ مسلم فلاسفہ بنیادی طور پر انہیں دو گروہوں میں تقسیم ہیں:

10.9-1 مشائی فلسفہ

مسلم فلسفیوں کی اکثریت مشائی فلسفے کی پیرو ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا مسلمانوں میں یونانی فلسفے کی اشاعت زیادہ تر ارسطو کے افکار اور اس کی تصنیفات کے زیر اثر ہوئی۔ چونکہ وہ اپنے شاگردوں کو اپنے فلسفے کی تعلیم ٹھیل ٹھیل کریا جلتے ہوئے دیتا تھا اس لیے اس مناسبت سے اس کا فلسفہ مشائی فلسفہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ابتدئے اس کے افکار و خیالات کو اس نام سے کچھ مناسبت نہیں ہے۔ اس فلسفیانہ مرکز کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں صرف عقلی استدلال پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ الکنڈی، فارابی، بوعلی سینا، خواجه نصیر الدین طوسی، میر باقر داماڈ، ابن رشد اندلسی، اور ابن الصانع اندلسی مسحور مسلم فلسفی ہیں جنہوں نے مشائی روشن اور منہاج فلکر کی پیروی کی۔ اس دیستان فکر اور فلسفیانہ مرکز کا مظہر کامل اور حقیقی نمائندہ بوعلی سینا کو قرار دیا جاتا ہے۔ ان کی تصنیفات میں سے الشفا، الاشارات و التہمات، النجاة جیسی فلسفیانہ کتابیں مشائی طرز فکر اور فلسفے کا نمونہ ہیں۔

10.9-2 اشراقی فلسفہ

مشائی فلسفہ کے مقابلے اشراقی فلسفہ کے پیروکم ہیں۔ اشراق کا لفظ جو کہ تابش نور کے معنی میں ہے، اس فلسفیانہ روشن کا بھرپور تعارف کرتا ہے۔ کیونکہ اشراقی فلسفے میں فلسفیانہ مسائل خاص طور پر حکمت الحی کے سلسلے میں صرف عقلی استدلال اور تفکرات ہی کافی نہیں ہیں بلکہ کشف حقائق کے لیے نفس کا تازیہ و مجاہدہ اور سلوک قلبی بھی ضروری ہے۔ اس فلسفیانہ روشن کے اصل حکم شیخ اشراق شہاب الدین سہروردی ہے اور انہوں نے ہی اپنے فلسفیانہ مفتح فلکر کا اشراق کا نام دیا۔ وہ خود ہی اس دیستان فلکر کے روح روایا اور مظہر کامل سمجھے جاتے ہیں۔ شیخ



اشراق نے فلسفیانہ مباحث پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں: مثلاً حکمت الاترact، تلویحات، مطارات اور ہیاکل النور۔ البتہ ان میں حکمت الاترact ان کی فلسفیانہ روشن کی بھرپور نمائندگی کوئی نہیں ہے، اور اس کو سب سے زیادہ شہرت بھی طی، اور یہ واحد کتاب ہے جو سونی صد اشراقتی روشن پر لکھی گئی ہے۔ اشراقتی فلسفیانہ روشن میں دو چیزوں کا سہارا لیا جاتا ہے ایک عقلی استدلال و برہان اور دوسرے مجہدہ و تزکیہ نفس۔ اس روشن کے مطابق صرف عقلی دلائل و برہان کے ذریعے حقائق عالم پر سے پردازیں اٹھایا جاسکتا۔

معلومات کی جانچ

1 فلسفے کا موضوع کیا ہے؟

2 مسلم دنیا میں یونانی علوم و فنون کے تین بڑے علمی مرکز کے نام لکھیں۔

3 مشائی فلسفے کی وجہ سیمہ بیان کریں۔

خلاصہ 10.10

خلاصہ یہ کہ فلسفہ علم و معرفت کا وہ شعبہ ہے جس میں ما بعد اطمینی مسائل و آراء سے بحث کی جاتی ہے، اور اس میں مظاہر فطرت اور حیات انسانی کی عقلی توجیہ کی جاتی ہے۔ مسلمانوں میں فلسفے کی اشاعت یونانی علوم و فنون کے زیر اثر ہوئی اور اس کا ذریعہ اسکندریہ، چندیسا بور اور حران کے علمی مرکز ہے، جو اسلامی علاقوں میں شامل تھے اور جہاں پر یونانی علوم و فنون کا سرمایہ و افر مقدار میں موجود تھا۔ شروع میں مسلمانوں نے فلسفہ عیسائی معلمین اور فلسفیانہ کتابوں کے عربی زبان میں ترجموں سے پڑھا۔ بعد میں خود مسلمانوں میں فلسفہ کے بڑے بڑے ماہرین پیدا ہوئے۔ اور ایک ایسا فلسفہ وجود میں آیا جو اسلامی فلسفے کے نام سے بوسوم ہوا۔ اسی طرح مسلمانوں میں فلسفے کے دونوں مراکز، مشائی اور اشراقتی وجود میں آئے۔ البتہ ان میں بھی زیادہ شہرت مشائی اسکول کو حاصل ہوئی اور پیشتر مسلمان فلسفیوں کا تعلق فلسفے کے اسی مرکز سے تھا۔

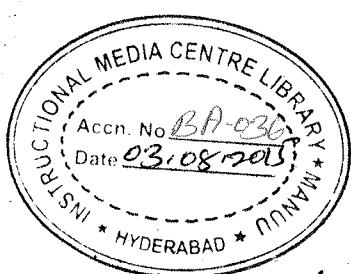
نمونے کے امتحانی سوالات 10.11

1۔ فلسفہ کی اصل اور اس کی تعریف سے بحث کریں۔

2۔ فلسفے کے بعض مسائل کو تفصیل سے بیان کریں۔

3۔ اسلامی فلسفے کے آغاز و ارتقاء پر ایک نوٹ لکھیں۔

4۔ اسلامی فلسفے کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے مشائی اور اشراقتی فلسفیانہ مرکز کے بارے میں بتائیں۔



کنه گھرائی حقیقت
عدیم تعبیر جس کی تشریع مشکل ہو

مادی طور پر موجود چیزیں
موجودات مادیہ

سفرارش کردہ کتابیں 10.13

علم الکلام 1- شبی نعمانی:

الکلام 2- شبی نعمانی:

ثج دوبورا/ترجمہ اکٹر سید عابد حسین: تاریخ فلسفہ اسلام 3-

ملک کریم بخش: اسلام اور فلسفہ 4-

آیت اللہ شہید مطہری/ترجمہ سید محمد عسکری: اسلامی علوم کا تعارف 5-

مولانا عبد السلام ندوی: حکایت اسلام (جلد اول) 6-

مکتبہ علمیہ مسلمانوں

